International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

اسلامی فلاحی مملکت میں انتظامی عہدے داروں کی تقرری کا معیار (تحقیقی مطالعہ)

Criteria for the Appointment of Administrative Officers in the Islamic Welfare State (A Research Study)

1. Shafqat Ur Rahman,
Associate lecturer, Department of Translation Studies,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: shafqat@iub.edu.pk
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-0145-3007

2. Malik Farrukh Hussain,
Ph.D Research Scholar, Department of Quranic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur,
Email: farrukhjoiya1@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-5639-8079

To cite this article: Shafqat ur Rehman and Malik Farrukh Hussain. 2021. "Criteria for the Appointment of Administrative Officers in the Islamic Welfare State (A Research Study)". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 181-196.

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 181-196
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/3-2-12/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u12
Journal Homepage	www.islamicjournals.com
Published Online:	July 2021

Abstract

A Welfare state refers to the concept of a state in which a state takes responsibility for the protection of all citizens and their well-being. A welfare state recognizes the security of its citizens as a priority and takes solid steps for it. In the olden days, the states were limited to the interests of the rulers; gradually there were born enlightened human beings who introduced new ideas to the state which improved human life. A new concept was introduced in the state system called the welfare state. For a welfare state, as far as the individuals are important to control all the systems in a state, in which the rules and regulations/principles also have far rich importance in any state. So, the selection of proper/eligible individuals for such a regulatory welfare state is necessary. If any state set aside the basic eligibility criteria while appointing any responsible administrative slot then it will cause the destruction of that state gradually as

well society at the end. On the other hand, if any welfare state would strictly follow the eligibility criteria for the given administrative slot and appoint the individuals purely on merit and ability, then it will result in constructive and positive change in that welfare state which boost up the society towards prosperity peace and progress for the sake of humanity.In this manuscript, we tried our best to mention and focus on some qualitative levels/points which must be compulsory while appointing any administrative/key post in any Islamic welfare state to make it prosperous and progressive, keeping in view the interpretation purely from Quran and Sunnah.

Keywords: Welfare state, Administration, Enlighten society, Eligibility criteria, humanity.

1. تعارف:۔

ایک فلاحی مملکت اور ریاست کے لئے جس طرح لوگوں کا وجود ضروری ہیں اسی طرح مملکت کے معاملات چلانے کے لئے صاحب اہلیت ذمہ داران کا ہونا بھی اسی قدر ضروری ہے، لہذا اس صورت میں ایک مملکت کے تمام تر شعبہ ہائے زندگی کے لیے مناسب ذمہ داران کا انتخاب مزید اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے؛ اسی وجہ سے اگر ان افراد کا چناؤ مناسب اہلیت کو سامنے رکھتے ہوئے نہ کیا جائے تو بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور سماج میں بہتری کا سلسلہ رک جاتا ہے، اور اگر انتظامی منصب پر اہل افراد کی تقرری کی جائے تو سماج ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے، اس مقالے میں کچھ ایسے ہی معیاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کو اہل افراد کے چناؤ میں مد نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں بطور خاص کوشش رہی ہے کہ ہر معیار قرآن کریم یا سنت نبوی سے ماخوذ ہوں۔

2. فلاحی اسلامی ریاست میں عہدے داروں کی تقرری کا بنیادی معیار:۔

تمام ارباب عقل و خرد اس بات پر اکٹھے ہیں کہ کسی بھی ڈسپلن اور حکومت کو چلانے کے لئے اہل افراد کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر کوئی ڈسپلن نہیں چل سکتا، اسی طرح اسلامی فلاحی ریاست کے معاملات بھی قابلیت اور اہلیت کے حامل افراد کے بغیر چلانا ممکن ہے، چنانچہ اسلام نے ہمیں اس کے متعلق ہدایات فراہم کی ہیں اور اس کے لیے اصول وضوابط بھی بیان کیے ہیں اور ساتھ ہی ان اصولوں کو لاگو کرنے کا عملی مظاہرہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کی زندگی سے ہمیں دیا، ہم انہی اصولوں کو مد نظر رکھ کر ملی، قومی اور علاقائی ہر طرح کے منصب کا قلم دان بہتر سے بہترین لوگوں کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں اور اپنے سماج کو اوج ثریا پر پہنچا سکتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہمیں اس چیز کا حکم قرآن کریم میں دیتے ہوئے فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا[1]

"یقیناً اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچائیں، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل پر مبنی فیصلے کرو، یقیناً اللہ تعالی تمہیں بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے، بیشک اللہ تعالی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

---

(1) Al Quran, Al Nisa, 4:58

اس آیت میں " اَلْأَمَانَاتِ " کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ عام طور پر "امانتیں" کیا جاتا ہے، جو کہ درست ہے، تاہم ہماری زبان میں امانت کا لفظ صرف مشہور مفہوم میں مستعمل ہے، لیکن عربی زبان میں "اَلْأَمَانَة"کا لفظ ذمہ داری پر بھی بولا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو عہدہ طلب کرنے پر فرمایا: (يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ)"ترجمہ: ابوذر! تم کمزور ہو، اور عہدہ امانت ہوتا ہے۔"[2] تو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے بھی ذمہ داری اور عہدے کو "امانت" سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے شان نزول کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اولین مراد ذمہ داری اور عہدہ ہے، جیسے کہ فتح مکہ کے موقع پر کعبہ شریف کی چابی نبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے جب عثمان بن طلحہ سے وصول کر لی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس شرف کو اپنے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم سے طلب کیا تو اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں کہ یہ ذمہ داری عثمان بن طلحہ کو ہی دیں[3]۔ جبکہ معروف معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے لیکن اس کی حیثیت ثانوی ہے۔

اس لیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو بھی ذمہ داری سونپتے وقت خیال رکھنا کہ صرف اہل لوگوں کو ہی عہدہ دیا جائے یہ اللہ تعالی کا حکم ہے۔

قرآن حکیم کو سامنے رکھیں تو ہمیں یہ بات خوبصورت انداز میں نظر آتی ہے کہ کسی کو بھی ذمہ داری سونپنے کیلئے دو بنیادی صفات ہیں جس شخص میں وہ بنیادی صفات موجود ہوں انہیں ذمہ داری تھمادی جائے گی، جو کہ درج ذیل ہیں:

1- قوت　　　　2- امانت

کسی بھی عہدے کے لیے موزوں اور بہترین انتخاب کے لیے قرآن کریم میں یہ دونوں صفات چار مقامات پر ملتی ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی کا جبریل امین کے بارے میں فرمان ہے:۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ - مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ [4]

"یقیناً یہ بہت ہی محترم ایلچی کی بات ہے۔ وہ انتہائی قوی اور عرش والے کے ہاں بڑے مرتبے والا ہے۔ اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار بھی ہے۔"

دوسری جگہ پر یہی دو صفات اس طرح مذکور ہیں کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر جیل سے نکلوا کر انہیں اپنا مشیر خاص بنانے کا عزم ظاہر کیا تو اس وقت عزیز مصر نے بھی آپ کو نیا عہدہ دیتے ہوئے یہی دو صفات ذکر کیں اور کہا:

فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ [5]

"پس جب یوسف سے بادشاہ نے بات کی تو کہا: یقیناً تم آج سے ہی ہمارے ہاں با اختیار اور امین ہو۔"

---

[2]Muslim,b. Hajjaj al-Nayshaburi, *Al-sahih' Muslim* (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi' book: 3, page: 1457, hadith: 1825, 2nd Edition:1419 A.D/1999 A.D)

[3]Al Tabri, Muhammad bin jareer bin kasir al tabri, Tafseer jamia al bayan, research, Ahmad Muhammd shakir, musasa al risala,1420h. first edition, book: 8, page: 490.

[4]Al Quran, Al Taqveer, 81: 19- 21

[5]Al Quran, Yousuf, 12:54

یعنی عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اختیار دے کر انہیں قوت عطا کر دی۔

تیسری جگہ پر اللہ تعالی نے سیدنا موسی علیہ السلام اور ایک پرہیز گار شخص کی بیٹیوں کے واقعہ میں ان لڑکیوں کی بات ذکر کی تو فرمایا:

يَاأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ [6]

"میرے ابا جان! اس شخص کو اجرت پر رکھ لیں، بیشک آپ کا رکھا ہوا بہترین مزدور وہی ہو گا جو قوی بھی ہو اور امین بھی"

تو یہاں مزدوری پر رکھنے کے لیے معیار قوت اور امانت قرار دیا گیا ہے۔

چوتھے مقام پر جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ملکہ بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا تو اس وقت ایک جن نے کہا تھا:

قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ [7]

"جنوں میں سے شریر جن نے کہا: میں اس تخت کو آپ کے اپنی جگہ سے کھڑے ہونے سے قبل آپ کے پاس لے آؤں گا، اور بیشک میں اس پر قوت رکھتا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں"

یعنی ایک جن نے ذمہ داری لینے کے لیے اپنی خوبیوں میں قوت اور امانت کو ہی ذکر کیا ہے۔

یہاں ایک بار پھر ان سب آیات پر غور کریں تو پہلی آیت میں مالک الملک نے سیدنا جبریل علیہ السلام میں قوت اور امانت کی خوبی ذکر فرمائی، دوسری آیت میں ایک بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو با اختیار بنا کر قوت اور طاقت فراہم کی جبکہ امانت داری کا اعتراف خود ہی کر لیا، تیسری آیت میں ایک لڑکی کی جانب سے اپنے باپ کو مشورہ دیا گیا کہ بہترین اجیر اور مزدور وہی ہے جس میں قوت اور امانت پائی جائے، اور چوتھے مقام پر ایک جن نے اپنی اس خوبی کا ذکر کر کے سلیمان علیہ السلام سے ذمہ داری لینا چاہی کہ میں بہت جلدی ملکہ بلقیس کا تخت لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور اس میں کسی بھی قسم کی کمی نہیں ہونے دوں گا؛ کیونکہ میں امانت دار بھی ہوں۔

تو اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ذمہ داری اور عہدہ دینے کے لیے قوت اور امانت کی خوبی اللہ تعالی کے ہاں، فرشتوں، بادشاہوں، عوام الناس اور حتی کہ جنوں میں بھی ضروری سمجھی جاتی ہے۔

یہ ہے عہدہ اور ذمے داری دینے کے لیے اجمالی قاعدہ اور کلیہ اس کی مزید تفصیلات اور جزئیات کی جانب دیکھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ کسی بھی ریاست کے مخصوص عہدوں کے لیے مزید معیار بھی کتاب و سنت میں ذکر ہوئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے ان معیاروں کو نہایت زیرکی اور دانش مندی کے ساتھ عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا ہے۔

3. انتظامی عہدوں کیلئے معیار:۔

انتظامی معاملات میں عہدوں پر مناسب افراد کی تعیناتی ملک و قوم اور پورے معاشرے کے کامیاب اور خوش حال ہونے کے لیے انتہائی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام نے بھی اپنی معاونت کے لیے خصوصی طور پر اللہ تعالی سے دعا فرمائی ہے، جیسے کہ سیدنا موسی علیہ السلام نے فرمایا:۔

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي-هَارُونَ أَخِي-اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي-وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي [8]

---

[6] Al Quran, Al Qasas, 28:26
[7] Al Quran, Al Namal, 39 :27
[8] Al Quran, Tahaa, 20:29 – 32

اور میرے خاندان میں سے میرا وزیر مقرر فرمادے۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو۔ اس کی وجہ سے میری ڈھارس باندھ دے۔ اور اسے میری ذمہ داریوں میں میرا ساجھی بنادے۔

اسی ضرورت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے بھی اپنے وزیر مقرر فرمائے اور کہا: (زمین پر ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما میرے دو وزیر ہیں)[9] اس لیے ان عہدوں کے لیے معیار بھی ہمیں شریعت نے بتلایا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے عہدے پر تعیناتی کیلئے درج بالا معیارات یہ ہیں۔

2.1 مسلمان ہونا شرط ہے:۔

اسلامی فلاحی ریاست میں کلیدی انتظامی عہدوں پر مسلمان افراد کا تعین کرنا ضروری ہے، تبھی تو وہ ریاست اسلامی اور فلاحی تشخص پیدا کر سکے گی، اگر انتظامی عہدوں پر ہی غیر مسلم براجمان ہوں تو اسلامی فلاحی ریاست کا تصور مخدوش ہو جائے گا، یہ بات اللہ تعالی کے اس فرمان میں موجود ہے کہ:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ [10]

"اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت بجالاؤ، اور رسول کی اطاعت بجالاؤ، اور ایسے سربراہوں کی بھی جو تم میں سے ہوں"

اس آیت کریمہ میں "**مِنْكُمْ**" کہہ کر اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو ایسے حکمرانوں وسربراہوں کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں میں سے ہوں، تو اس سے معلوم ہوا کہ مسلم ملک کے کلیدی عہدے بھی اہل اسلام کے پاس ہی رہیں گے۔

علاوہ ازیں کوئی ایسا عہدہ جو ہو ہی غیر مسلموں سے متعلق، وہ غیر مسلموں کو دیا جا سکتا ہے لیکن مسلم ملک میں انتظامی اور دیگر اہم عہدے صرف مسلمانوں کے پاس ہی ہوں گے۔

2.2 عادل وضابط:۔

لغوی طور پر عدل ظلم کا متضاد ہے، اور ہر وہ شخص فقہائے کرام کے ہاں عادل ہے جس کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں، بعض فقہائے کرام کہتے ہیں کہ ایسا شخص عادل ہے جس میں خلاف مروت باتیں نہ پائی جائیں[11]۔ اس حوالے سے مالکی، شافعی، حنبلی اور بعض حنفی علمائے کرام سمیت جمہور اہل علم انتظامی ذمہ داری دینے کے لیے عادل ہونا شرط قرار دیتے ہیں[12]، اس کی دلیل قرآن مجید میں یہ ہے:

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ [13]

"اللہ نے فرمایا: میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے لگا ہوں، تو ابراہیم نے کہا: اور میری ذریت میں سے بھی، اللہ تعالی نے فرمایا: میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچے گا"

اللہ تعالی نے یہاں پر عادل نہ ہونے کی وجہ سے ظالموں کو خلافت کی ذمہ داری دینے کی صاف لفظوں میں نفی کر دی ہے، اس لیے

---

[9]Al-Tirmidhi, Abū ĪsáMuḥammad b. Īsá, *Al-Jami al-Tirmidhi* (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi' book 5, page616, hadith 3680. 1419H/1999 A.D).

[10]Al Quran, al Nissa, 4: 59

[11]Musasa al fiqhia al kuwaitia, publisher, wazarat ul auqaf wa shaoon al islamia,Book 30, page 5, Al Kuwait.

[12]Ibid : Book:30, page: 9

[13]Al Quran, Al Baqara, 1:124

عہدے داروں کا عادل ہونا ضروری ہے۔ویسے بھی ذمہ داری اور سرکاری عہدہ ظلم کے خاتمے کے لئے ہی قابل اور اہل لوگوں کو دیا جاتا ہے، تو اگر وہی اہلکار ہی عادل نہ ہوا تو وہ ظلم کیسے ختم کر سکتا ہے۔

2.3 صاحب علم و معرفت:۔

کسی بھی ذمہ دار شخص کے پاس اتنا علم ہونا ضروری ہے کہ اپنے ادارے اور اختیارات کے دائرے میں آنے والے مسائل اور معاملات کے متعلق فیصلہ کن رائے اپنا سکے، اس معیار کا تذکرہ بھی اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں کیا کہ داوٗد علیہ السلام نے طالوت کو عہدہ سپہ سالاری ملنے کی نوید دی تو ساتھ ہی فرمایا:

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (14)

"داوٗد نے کہا: یقیناً اللہ عزوجل نے اسے (طالوت) تم پر منتخب کر دیا ہے نیز اسے وافر علم اور جثہ عنایت کیا ہے"

تو یہاں طالوت کو عہدہ سپہ سالاری ملنے کی وجہ داوٗد علیہ السلام یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے پاس علم ہے۔ اسی طرح جب جناب یوسف علیہ السلام اپنی خدمات ملی مفادات کے پیش نظر عزیز مصر کے سامنے رکھتے ہیں تو اس میں بھی انہوں نے اپنی علم کی خوبی ذکر کی، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (15)

"یوسف نے کہا: مجھے دھرتی کے خزانوں کا نگران بنادو، بیشک میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں"

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو صاحب علم اس لیے کہا تھا کہ وہ خوشحالی اور قحط سالی سمیت آئندہ پندرہ برسوں کیلئے منصوبہ بندی اپنے جیل کے ساتھی کو خواب کی تعبیر میں بتلا چکے تھے۔(16)

2.4 حواس اور جسمانی سلامتی:۔

حواس کی سلامتی کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے، سننے اور بولنے جیسی صلاحیتیں مکمل ہوں ان میں سے کوئی کم نہ ہو، جبکہ جسمانی سلامتی سے مراد یہ ہے کہ ذمہ داری نبھاتے ہوئے کوئی جسمانی رکاوٹ آڑے نہ آئے، اس معیار کی دلیل سورت البقرہ کی آیت 247 میں گزر چکی ہے۔

یہ واضح رہے کہ معذور افراد کو ان کی معذوری کی مناسبت سے ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے ایک موذن نابینا صحابی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ کو جب بتلایا جاتا کہ فجر کا وقت ہو گیا ہے تو آپ فجر کی اذان دیتے تھے(17)، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے انہیں اپنی عدم موجودگی میں متعدد بار مسجد نبوی کا امام بھی مقرر فرمایا۔(18)

---

(14) Al Quran, Al Baqara, 1:247
(15) Al Quran, Yousuf, 12: 55
(16) Al Quran, Yousuf , 12: 48-49
(17) Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail, *Al-Jami‘ al-sahih al-Bukhari Kitab ul Aazan, Book 1, page127, hadith 617,* (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi’, 2nd Edition:1419 A.D/1999 A.D).
(18) Abu Da’wud, Sulaymān b. Ash‘ath, *Suna Abi Da’wud* (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi’, Book 3, page 131, hadith 2931, 1419H/1999 A.D).

2.5 حکمت و دانائی:۔

حکمت سے مراد یہ ہے کہ عہدے کے لیے مجوزہ افراد میں اتنی صلاحیت ہو کہ ملک و قوم کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالی کی اطاعت اور بندگی کے دائرے میں رہتے ہوئے فیصلے کر سکے، اللہ عزوجل نے یہ معیار داؤد علیہ السلام کے متعلق ذکر کیا ہے:

وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ [19]

"اور اسے اللہ تعالی نے بادشاہی و دانائی عنایت کی، اور من چاہی چیزیں اسے سکھائیں"

ویسے بھی قرآن مجید میں ایسے شخص کی بہت فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے جسے اللہ تعالی کی طرف سے حکمت عطا ہو جائے، جیسے کہ فرمانِ باری تعالی ہے:۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا [20]

"وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت عنایت کر دی جائے تو اسے بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی"

2.6 نڈر اور بے باک۔

انتظامی معاملات میں بسا اوقات ایسے فیصلے بھی کرنے پڑ جاتے ہیں جن کے لیے بے باک ہونا ضروری ہے تو اسی ضرورت کے پیش نظر عہدے کے لیے مجوزہ شخص کسی بھی قسم کے دباؤ میں آئے بغیر اور صرف اجتماعی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

احادیث مبارکہ میں ایسے کئی فیصلے نظر آتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے کسی بھی قسم کا خارجی یا داخلی دباؤ قبول نہیں کیا، اس کی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کی زندگی سے متعدد مثالیں ملتی ہیں: جیسے کہ مکہ فتح ہوا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم فاتح بن کر بیت اللہ میں داخل ہوئے تو کعبہ شریف کی چابیاں طلب کیں تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کو بتلایا گیا کہ وہ تو عثمان بن طلحہ کے پاس ہیں، تو عثمان کو تلاش کر کے لایا گیا، اس نے چابیاں دینے سے اس لیے انکار کر دیا کہ اسے خدشہ تھا کہ اب بیت اللہ کی خدمت میرے پاس نہیں رہے گی، تاہم جناب علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ہاتھ بڑھا کر اس سے چابیاں چھین لیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے لیے کعبہ شریف کا دروازہ کھول دیا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے اندر داخل ہو کر بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا اور نماز ادا کی، جب آپ باہر تشریف لائے تو جناب عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے چابیاں طلب کیں تاکہ سقایہ اور سدانہ دونوں ہی میرے خاندان میں آ جائیں تو سورت النساء کی آیت نمبر 58 نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ چابیاں دوبارہ عثمان بن طلحہ کو دے دیں اور ان سے سختی پر معذرت بھی کریں، اس پر جناب علی نے انہیں چابیاں دیں، اس پر عثمان نے کہا: پہلے تو تم نے سختی کی تھی اور اب معذرت کرنے لگے ہو! اس پر سیدنا علی نے کہا: تمہارے متعلق اللہ تعالی نے قرآن اتارا ہے، یا عثمان بن طلحہ کو یہی آیات پڑھ کر سنائیں یہ سن کر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔[21]

اس قصے میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے اپنے سگے چچا جناب عباس کی بات مسترد کر دی اور اللہ تعالی کے حکم

---

[19] Al Quran, Al Baqara, 1: 251
[20] Al Quran, Al Baqara, 1: 269
[21] Al Baghvi, Mohaii al sunnah, Abu Muhammad al hussain bin Masood albaghvi(510h), Mualim ul tanzeel fi tafsir al Quran,Book 2, page 238, publisher Dar ul tayyiba, 1417h.

کے مطابق عثمان کو چابیاں تھما دیں جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے کسی قسم کا میلان نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے تعمیل فرمائی۔

2.7 شرعی تعلیمات کو ترجیح دے:۔

اسلامی فلاحی ریاست میں انتظامی عہدہ ایسے شخص کے لیے ہی روا ہو سکتا ہے جو خود بھی قرآن و سنت پر کاربند ہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے کہ:۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (22)

"اور کوئی بھی اللہ کی اتاری ہوئی تعلیمات کی روشنی میں فیصلے نہ کرے تو وہی کافر ہیں"

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (23)

"اور جو بھی اللہ کی اتاری ہوئی تعلیمات کی روشنی میں فیصلے نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں"

اور پھر آگے چل کر فرمایا:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (24)

"اور جو بھی اللہ کی اتاری ہوئی تعلیمات کی روشنی میں فیصلے نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں"

اور دوسری طرف صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا:(مسلمان کو جب تک کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے تو اس پر اپنے سربراہ کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے چاہے مسلمان کو بات پسند ہو یا نہ ہو، لیکن اگر اسے کسی نافرمانی کا حکم دیا جاتا ہے تو پھر بات سنے اور نہ ہی اطاعت کرے۔)(25)

یہ بات مدنظر رہے کہ انتظامی یا کسی اور عہدے کے لیے مالدار ہونا ضروری نہیں ہے، اسی لیے قرآن کریم میں یا احادیث نبویہ میں جہاں کہیں بھی کسی کو عہدہ دینے کی بات کی گئی ہے وہاں پر مالدار ہونا شرط نہیں بیان کی گئی، بلکہ اس کے برعکس جہاں کسی نے مالدار ہونے کا ذکر کیا تو اس کی تردید کی گئی ہے۔

جیسے کہ سورت البقرہ میں ہے کہ:

وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ 26

یعنی جب طالوت کو حکمرانی دی گئی تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ تو مالدار ہی نہیں کہ جس کی بنا پر اسے ہمارا حکمران بنایا جاتا، تو انہیں اللہ کے نبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وافر علم و جثہ عنایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ جسے جو چاہتا ہے اپنی طرف سے عطا کر دیتا ہے۔

---

(22) Al Quran, Al Maedah, 5:44
(23) Al Quran, Al Maedah, 5:45
(24) Al Quran, Al Maedah, 5:47
(25) Al-Tirmidhi, Abū ĪsáMuḥammad b. Īsá, *Al-Jami al-Tirmidhi*, book: 4, page: 209, hadith: 1707, (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi',2nd Edition:1419 A.D/1999 A.D)
(26) Al Quran, Al Baqara. 2:247

4. تعلیمی انتظامی عہدے کے لیے معیار:۔

جو باتیں انتظامی امور میں بتلائی گئی ہیں ان میں سے کچھ کو یہاں بھی لازمی سمجھا جائے گا، تاہم تعلیمی میدان میں کچھ مزید معیار بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً:

3.1 فن قابلیت میں دسترس اور مہارت:۔

اس وقت علوم وفنون کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، اور ہر علم اور فن کی تعلیم کے لیے متعلقہ علم و فن کی ماہر شخصیت کو ہی متعین کرنا عقل سلیم اور فطرت سلیم کا معیار ہے، اور شریعت نے اسی معیار کو صحیح کہا ہے، اور یہ چیز عملی طور عہد نبوی میں نظر آتی ہے، تو اس بارے میں سب سے پہلے قرآن کریم کی رہنمائی دیکھتے ہیں، فرمان باری تعالی ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [27]

"اگر نہیں جانتے تو تم علم والوں سے سوال کرلو"

مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں علم نہیں ہے تو ان لوگوں سے علم حاصل کرلو جن کے پاس علم ہے، اس لیے تعلیمی عہدوں کے لیے صرف ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے گا جن میں متعلقہ علوم وفنون کی مہارت پائی جائے گی۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے مکی زندگی میں اور مدینہ نبویہ آمد کے بعد صحابہ کرام کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی، اور جن صحابہ کرام میں تعلیمی صلاحیتیں دیکھیں تو انہیں مکہ میں رہتے ہوئے ہی مدینہ منورہ تعلیم وتربیت کے لیے روانہ فرمایا، [28] اور چونکہ اس وقت دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے عہد میں تعلیم کا زیادہ زور اسی چیز پر تھا، اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ دیگر فنون کی تعلیم بھی صحابہ کرام ایک دوسرے کو دیتے تھے۔

جیسے کہ صحابہ کرام میں مختلف فنون سیکھنے سکھانے کا رواج تھا جیسے کہ صحیح بخاری میں لوہار، بڑھئی، درزی، کپڑا بننے کے پیشے کا ذکر ملتا ہے۔ [29]

دوسری طرف صحابہ کرام کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا تو کہا کہ: تم پیوند کاری نہ کرو تو کیا اچھا نہ ہو گا؟ تو صحابہ کرام نے پیوند کاری نہیں کی، پھر جب کھجور کا پھل آیا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے پوچھا تمہاری کھجوریں کیسی ہوئیں؟ تو صحابہ کرام نے بتلایا کہ کھجور صحیح بنی ہی نہیں، تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ [30]

"تمہیں اپنے دنیاوی معاملات کا زیادہ علم ہے"

یعنی تم اپنے دنیاوی معاملات پر دسترس رکھتے ہو، مجھے علم نہیں ہے۔

---

[27] Al Quran, Al Nahal, 16: 43

[28] Al zahabi, Muhammad bin Ahmad bin usman al zahabi(748h), sair ulullam al nuballaa, book: 1, page: 145, musasa al risala, 1405h.

[29] Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail, *Al-Jami' al-sahih al-Bukhari Kitab ul Bouo, Book 3, page: 61- 62, hadith 2092 - 2094*

[30] Muslim,b. Hajjaj al-Nayshaburi, *Al-sahih' Muslim,* book: 3, page: 1457, hadith: 1825

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے اس طرز عمل سے یہ معلوم ہوا کہ آپ تخصص کو کافی اہمیت دیتے تھے اسی لیے صحابہ کرام کو دنیاوی معاملات میں زیادہ جاننے والا قرار دیا، اور اپنی تجویز کو واپس لے لیا۔

3.2 اعلی اخلاق کاملہ:۔

تعلیمی عہدہ در حقیقت مستقبل کے معمار تیار کرنے کا عہدہ ہے، اگر اس عہدے کو مناسب افراد مہیا نہ ہوں تو تشنگان علم متنفر ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالی نے یہ خوبی انتہائی خوبصورتی کے ساتھ بیان کی اور فرمایا:۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ[31]

"رحمتِ الہی سے ہی آپ ان کے واسطے نرم ہوگئے، اگر آپ زبان کے سخت اور دل کے سنگ ہوتے تو آپ آس پاس سے وہ دور چلے جاتے"

اس لیے تعلیمی پیشے کے ساتھ منسلک لوگوں کا نرم خو ہونا ضروری ہے، تاکہ مستقبل کے معماروں کی تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہو، اور وہ معاشرے میں مفید فرد بن کر ملک و قوم اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت کر سکیں۔

3.3 تعلیم قابلیت کا معیار:۔

ایک شخص اپنے فن کا ماہر تو ہے لیکن اسے کوئی ایسی جسمانی رکاوٹ کا سامنا ہے جس کی وجہ سے رابطے اور گفتگو میں مسائل پیدا ہوتے ہیں، مثلاً: زبان میں لکنت ہے، یا مخصوص حروف صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتا تو ایسے شخص کو تعلیمی میدان میں ترجیح نہیں دی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ قوت بیان اور فصاحت کے لیے جناب موسیٰؑ نے اللہ عزوجل سے دعا فرمائی اور کہا:۔

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي. وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي. وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي. يَفْقَهُوا قَوْلِي [32]

" میرے رب! میری شرح صدر فرمادے، میرا معاملہ آسان فرمادے، اور میری زبان کی لکنت کھول دے تاکہ وہ میری دعوت سمجھ سکیں"

سیدنا موسی علیہ السلام کے بارے میں مختلف آثار میں آتا ہے کہ یہ گرہ لکنت کی صورت میں تھی جو کہ آگ کا انگارا منہ میں ڈالنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔[33]

3.4 مسلمانوں کے مفاد میں کسی غیر مسلم کو معلم بنانا:۔

مدینہ نبویہ میں دینی اقدار قدرے مضبوط ہو گئیں تو پھر جنگ بدر کے موقع پر مشرک قیدیوں سے بچوں کو کتابت اور پڑھنے کی تعلیم کا کام لیا گیا، انہیں کہا گیا کہ اگر دس، دس انصاری بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا،[34] یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے مشرکوں سے مسلمان بچوں کو ایسی تعلیم دلوائی ہے جس سے ان کی اسلامی اقدار پر زد نہ پڑے، چنانچہ انہی بچوں سے آگے چل کر لکھنے پڑھنے کو استعمال کرتے ہوئے اسلام کی ترویج میں خاطر خواہ کردار ادا کیا اور انہیں میں جناب زید بن ثابت بھی شامل تھے۔

---

[31] Al Quran, Aal e Imran, 3:159
[32] Al Quran, Taha, 20: 25 – 28
[33] Al Tabri, Muhammad bin jareer bin kasir al tabri, Tafseer jamia al bayan , book: 18, page: 299
[34] Imam Ahmad, Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin hambal(241h),Musnad imam Ahmad Book 4,Page 92,Hadith 2216

بلکہ مسلمانوں کے مفاد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے سیدنا زید بن ثابت کو یہاں تک بھی حکماً کہہ دیا کہ وہ یہودیوں کی زبان انہی سے سیکھیں، اور اس حکم کا سبب یہ بیان فرمایا کہ مجھے یہودیوں پر اعتماد نہیں ہے، تو زید بن ثابت نے انہی سے ان کی زبان 15 دنوں میں سیکھ لی، پھر آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے پوچھا: زید کیا تم سریانی زبان جانتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، اس پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے حکم دیا: یہ بھی سیکھ لو، چنانچہ زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے سریانی زبان 17 دنوں میں سیکھ لی۔[35]

3.5 تعلیم نسواں کے لئے معیار:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے جس طرح مردوں کیلیے تعلیم کا پورا انتظام کیا بالکل اسی طرح عورتوں کی تعلیم و تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے، اس لیے بسا اوقات خواتین کی تربیت کے لئے بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے اور خواتین کو الگ سے وقت دیتے تھے، [36]جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ "فصلى، ثم خطب، ثم أتى النساء فوعظهن وذكرهن وأمرهن أن يتصدقن" یعنی ایک بار عید کی نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے خواتین کو الگ سے وعظ و نصیحت کی اور خواتین نے آپ سے سوالات بھی پوچھے ۔ اور جب کوئی ایسا مسئلہ پیش آجاتا جس میں شرم و حیا کا پہلو ہوتا تو اپنی اہلیہ محترمہ کو سمجھانے کی ذمہ داری سونپ دیتے تھے، جیسے کہ ایک بار کسی خاتون نے حیض سے طہارت حاصل کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے اشارہ اور کنایہ کرتے ہوئے فرمایا: "خُذِي فِرْصَةً مِنْ مَسْكٍ، فَتَطَهَّرِي بِهَا، قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ؟ قَالَ: «تَطَهَّرِي بِهَا»، قَالَتْ: كَيْفَ؟، قَالَ: «سُبْحَانَ اللَّهِ، تَطَهَّرِي» فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ، فَقُلْتُ: تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ" یعنی تم کستوری لگی روئی سے طہارت حاصل کرو، عورت کہنے لگی: میں کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ نے پھر فرمایا: تم طہارت حاصل کرو، لیکن خاتون کو سمجھ میں نہ آیا؛ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے صاف لفظوں میں طریقہ سمجھا دیا۔[37]

5. عدالتی عہدوں کیلئے معیار:۔

عدالتی معاملات میں عہدوں کی تقسیم کے لیے مخصوص شرائط فقہائے کرام نے ذکر کیں ہیں، جیسے کہ علامہ ماوردی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ:

4.1 بالغ اور مرد ہو:۔

بالغ ہونا شرط اس لیے کہ غیر بالغ پر تو شرعی احکام ہی لاگو نہیں ہوتے، اور مرد ہونے کی شرط کی بنا پر خواتین کو عدالت میں فیصلہ

---

[35] Al zahabi, Muhammad bin Ahmad bin usman al zahabi (748h), sair ulullam al nuballaa , book: 2, page: 429
[35]Ibid : Book:2, page: 429
[36]Al-Nisai, Abū Abdur-RaḥmānAḥmad b.Shu`ayib, *Sunan al-Nisā'ī,* book: 3, page: 193, hadith: 1586
[37]Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail,*Al-Jami' al-sahih al-Bukhari*, book: 1, page: 70, hadith: 314

کرنے کے لیے تعین کرنا فقہائے کرام کے ہاں مختلف فیہ ہے[38]، اللہ تعالی کا فرمان ہے:۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ[39]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"

صحیح بخاری میں ہے کہ جس وقت اہل فارس نے اپنا حکمران کسری کی بیٹی کو بنایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا: (وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہ ہوگی جس نے اپنے معاملات عورت کے سپرد کر دیئے)[40]

4.2 مسلمان ہونا لازم ہے:۔

کیونکہ کسی بھی غیر مسلم کو مسلمانوں پر قاضی نہیں بنایا جاسکتا، فرمانِ باری تعالی ہے:۔

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا[41]

"اللہ تعالی کافروں کو مومنوں پر کبھی کوئی راستہ نہیں دے گا"

4.3 شرعی احکام جانتا ہو اور اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو:۔

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالی نے قانون شریعت کی صورت میں نازل فرمایا ہے، اب قانونی اور عدالتی عہدوں کے لیے اولین معیار بھی یہی ہو گا کہ اس کے پاس شرعی علم ہو، چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے جس وقت جناب معاذ بن جبل کو یمن میں اپنا نائب متعین کیا تو ان سے سوال کیا: اگر تمہارے پاس کوئی معاملہ فیصلے کیلیے آجائے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟ تو معاذ نے ترتیب کے ساتھ بتلایا کہ پہلے قرآن مجید سے، پھر احادیث مبارکہ سے اور پھر وہاں سے بھی کچھ نہ ملے تو خود اجتہاد کروں گا، یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا: (اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے نمائندے سے وہ بات کروائی جو اللہ کے رسول کو خوش کر دے)[42]

6. عسکری عہدوں کے لیے معیار:۔

کسی بھی قوم کی بقا اس کے دفاع میں مضمر ہوتی ہے، اگر کسی بھی قوم وملت کا مستقبل پر کھنا ہو تو اس کے دفاع کو دیکھ لیں ان کا مستقبل آپ کے سامنے ہو گا، اسی لیے کسی بھی ریاست کی بقا بھی اس کے دفاعی اور عسکری اداروں کی مرہون منت ہوتی ہے، جس وقت مدینہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم تشریف لائے تو سب سے پہلے اپنے دفاع کو مضبوط فرمایا اور اس کے لیے مقامی قبائل اور یہود سے معاہدے فرمائے، اور پھر وقتاً فوقتاً جنگیں اور جھڑپیں بھی ہوتی رہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے عسکری قیادت کیلیے اپنے تربیت یافتہ ساتھیوں کو متعین فرمایا، عسکری عہدوں کیلیے جن معیاروں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے مد نظر رکھا وہ ہمیں متعدد واقعات میں نظر آتے ہیں،

---

[38] اس کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ "ولاية المرأة في الفقه الإسلامي" حافظ محمد انور کی جانب سے ایم فل کے لیے پیش کیا کاوش ہے اور مطبوع ہے، انہوں نے اس کا نتیجہ یہ پیش کیا کہ فطری، شرعی، جسمانی اور نسوانی تقاضوں کے مطابق خواتین قضا کے عہدے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

[39] Al Quran, al Nisa, 4: 34

[40] Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail, *Al-Jami‘ al-sahih al-Bukhari* , book: 6, page: 8, hadith: 4425

[41] Al Quran, al Nisa, 4: 141

[42] Imam Ahmad, Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin hambal(241h), Musnad imam Ahmad, book: 36, page: 333, hadith: 22007

جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

5.1 شجاعت اور بہادری:۔

عسکری قیادت کے لیے شجاعت اور بہادری انتہائی ضروری معیار ہیں، آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کی ذات اقدس میں یہ صفت کامل ترین صورت میں موجود تھی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی بن ابو طالب کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے دوران ہمیں جس وقت خوف محسوس ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتے تھے[43]، ایسے ہی جناب انس بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اہل مدینہ نے رات کے وقت خوفناک آواز سنی اور لوگ اس آواز کی طرف لپکے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم اسی آواز کی جانب سے واپس آرہے تھے، آپ اس وقت جناب ابو طلحہ انصاری کے گھوڑے کی خالی پیٹھ پر سوار تھے اور آواز کی طرف جانے والے افراد کو فرمارہے تھے:(پریشانی کی کوئی بات نہیں،واپس آجاؤ۔پریشانی کی کوئی بات نہیں،واپس آجاؤ)[44]

5.2 جنگی تجربہ اور مہارت:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے اس معیار کو سپہ سالار کے تعین میں عملی جامہ پہنایا، چنانچہ سیدنا ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل کی سپہ سالاری دی، جیسے کہ صحیح بخاری میں خود سیدنا عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے مجھے غزوہ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد: تو آپ نے فرمایا: ابو بکر۔ میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد: تو آپ نے فرمایا: عمر۔ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا کہیں مجھے سب سے آخر میں نہ کر دیں۔[45] جناب خالد بن ولید، سیدنا عمر فاروق کی خلافت تک مسلسل سپہ سالار رہے،[46] اسی طرح اسامہ بن زید، زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے خصوصی طور پر فرمایا:"وَايْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ "یعنی: وہ سپہ سالاری کے اہل ہے۔ [47]، ابو عبیدہ بن جراح[48] اور دیگر جنگی تجربہ رکھنے والے صحابہ کرام کو سپہ سالار مقرر کیا۔

5.3 نرم خو و نرم گوشہ:۔

عسکری میدان میں انسان کا سخت مزاج ہونا ضروری امر ہے، لیکن اس کا یہ مطلب بھی بالکل نہیں کہ عسکری اداروں میں موجود افراد اپنوں پر بھی سخت مزاج واقع ہوں، اسی لیے عسکری عہدے دینے کے لیے نرم دلی اور خدا ترسی کا عنصر دیکھنا لازمی امر ہے، چنانچہ اسی معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ عزوجل نے صحابہ کرام خوبیاں ذکر کیں اور فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ [49]

---

[43]Ibid, Book 2، page: 307 ،307 , Hadith: 1042
[44] Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail,*Al-Jami' al-sahih al-Bukhari* , book: 4, page: 22, hadith: 2820
[45]Ibid, book: 5, page: 166, hadith: 4258
[46]Al zahabi, Muhammad bin Ahmad bin usman al zahabi(748h), book: 1, page: 366
[47]Al-Bukhari, Muhammed bin Ismail,*Al-Jami' al-sahih al-Bukhari* , book: 5, page: 23, hadith: 3730
[48]Al zahabi, Muhammad bin Ahmad bin usman al zahabi(748h), book: 1, page: 7
[49]Al Quran, al Fatah, 48: 29

"محمد ؛اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو ان کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر گراں لیکن باہمی طور پر نہایت رقیق القلب ہیں"

اور ویسے بھی اگر سپہ سالار ہی اپنے فوجیوں کی دیکھ بھال اور خیال نہیں کرے گا تو میدان جنگ میں ان کا پرسان حال کون ہو گا؟

5.4 تکالیف پر صبر:۔

میدان جنگ چونکہ پھولوں کی سیج نہیں ہوتی، اس لیے وہاں پر تکلیفیں بھی بہت آتی ہیں، اس بنا پر سپہ سالار میں یہ معیار انتہائی ضروری ہے، چنانچہ سعد بن ابو وقاص کہتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا: (میں تمہاری قیادت ایسے شخص کو دوں گا جو بہت زیادہ بھوک اور پیاس برداشت کرنے والا ہے) تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ بن جحش کو ہمارا امیر مقرر فرمایا اور آپ اسلام میں سب سے پہلے امیر مقرر ہوئے۔(50)

اس کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عسکری قیادت کا انتخاب ہمیشہ ظاہری معیار پر نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات ایسے معیار بھی مد نظر ہو سکتے ہیں جو دیگر لوگوں کی نظر میں نہ ہو، چنانچہ ایسے فرد کو بھی سپہ سالاری کے لیے متعین کیا جا سکتا ہے جس میں ظاہری طور پر خوبیاں پوری نہ ہو، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے کبار صحابہ کرام کی موجودگی میں ایک بار عمرو بن العاص کو سپہ سالاری دی، اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن سیدنا عمرو بن العاص کے قبیلے کے لوگ تھے، مقصد یہ تھا کہ دشمن اپنے ہی فرد کو مد مقابل لوگوں کا سپہ سالار دیکھ کر نرم دل ہو جائیں اور قبول اسلام کی رغبت کرنے لگیں، اسی طرح ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں اسامہ بن زید کو سالارِ لشکر بنایا، حالانکہ ابھی آپ کی عمر سترہ برس تھی تو یہاں مقصد یہ تھا کہ سیدنا اسامہ اپنے والد زید بن حارثہ کا بدلہ چکائیں جو کہ غزوہ موتہ میں اپنی جان نچھاور کر گئے تھے۔ (51)

7. امن یا جنگ میں سفارتی عہدے کے لئے معیار:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ برابری کی سطح پر سفارتی تعلقات بھی رکھے اور اس کے لئے عملی طور پر معیار بھی مقرر فرمایا، جو کہ ہمیں آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے سفیروں کے انتخاب سے معلوم ہوتا ہے، جس کی چند کی مثالیں درج ذیل ہیں:

ہجرت کے چھٹے اور ساتویں سال آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے متعدد بادشاہوں کی جانب اپنے سفیر ارسال فرمائے اور ان سفیروں میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے سیدنا دحیہ کلبی کو بھی منتخب فرمایا(52) ان کے انتخاب کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ خوبصورت تھے اور اسی وجہ سے آپ ہی کی صورت میں سیدنا جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں تشریف لاتے تھے، (53) تو اس

---

(50) Imam Ahmad, Abu Abdullah Ahmad bin Muhammad bin hambal(241h),Musnad imam Ahmad Book 3,Page 119,Hadith 1540

(51) Ibn e Taimia, Sheikh ul Islam, Taqi Uddin abu al abbass(728H), Alsiyasia Alshariah, wazarat shaoon al islamia Page: 16.

(52) Al zahabi, Muhammad bin Ahmad bin usman al zahabi(748h), sair ulullam al nuballaa, Book: 2, page: 551

(53) Al-Nisai, Abū Abdur-RaḥmānAḥmad b.Shu`ayib, *Sunan al-Nisāʾī,Book 8,page 101,Hadith 4991* (Riyad: Dar al-Islam li Nashar wa al-Tawzi'

سے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو سفارتی عہدہ دیا جائے جس کی جسمانی ساخت صحیح سلامت ہونے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی خوبصورت ہو، بلکہ ایک روایت بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَبْرَدْتُمْ إِلَيَّ بَرِيْداً، فَابْعَثُوْهُ حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الْإِسْمِ[54]

"جب تم میرے پاس کسی کو پیغام دے کر بھیجو تو کسی ایسے شخص کو بھیجو جس کا نام بھی اچھا ہو اور شکل وصورت بھی اچھی ہو"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم ایسے صحابہ کرام کو اپنا سفیر مقرر فرماتے جو حاضر جوابی اور اچھی گفتگو کے حامل ہوتے تھے، جیسے کہ سیدنا معاذ اور سیدنا ابو موسی اشعری تھے، جیسے کہ ان کے متعلق علی بن مدینی اور عامر شعبی رحمہااللہ کہتے ہیں کہ اس امت میں چار قاضی گزرے ہیں: عمر، علی، زید، اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین، اسی طرح علی بن مدینی رحمہ اللہ نے انہیں فتوی دینے والے چھ صحابہ کرام میں بھی شمار کیا ہے۔ [55]رضی اللہ عنہما کو بھی اپنا قائم مقام بنا کر ارسال فرمایا تو ان کے متعلق کتب تراجم میں یہ بات ملتی ہے کہ آپ انتہائی زیرک اور بہترین گفتگو کرتے تھے۔

8. اختتامیہ:۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت نبوی میں ہمیں فلاحی ریاست کے تمام شعبوں کے عہدے داروں کے چناؤ کا معیار تفصیل کے ساتھ ملتا ہے اور بحث وتمحیص کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر شعبے کے عہدوں سے متعلق مزید گفتگو مفصل انداز سے بھی ممکن ہے، ان تفصیلات کو علمی تحقیق و تصنیف کے ساتھ لوگوں کے سامنے رکھیں اور انہیں عملی جامہ پہنائیں تو اتباع سنت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے معاشرے میں بہتری لانے کے سلسلے میں بہت زیادہ مدد مل سکتی ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن کر ابھرے گا اور ایک عملی تصویر سامنے آئے گی جس سے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مستفید ہو کر کامیاب و کامران ہوا جا سکتا ہے اور یہی مقصد حیات ہے اور حقیقی کامیابی اسے میں مضمر ہے۔ وگرنہ اس تباہ حال مسلم معاشرہ جو کہ کفر و شرک سے آلودہ ہو چکا ہے میں فتنہ وفساد فی الارض برپا رہے گا۔ اللہ رب العزت کی رحمت اسی صورت ممکن ہے جب ہم اپنے آپ کو حکم شرعی کے قریب سے قریب تر کرتے ہوئے اتباع سیرت و سنت کو اپنا شعار بنائیں۔ اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہم اپنے معاشرے میں عدل وانصاف قائم کر دیں اللہ تعالی کی حدود و قیود کی پاسداری کریں باصلاحیت اور باہمت متقی لوگوں کو ذمہ داری سونپ کر اپنے معاملات بہتر سے بہتریں کرتے چلے جائیں۔ فلاحی اسلامی مملکت قائم کر دی جائے جس میں عہدیدار نیک، مخلص، محنتی و دیانتدار ہوں۔ جس سے نہ صرف مسلم معاشرہ فلاح کی منازل طے کرے گا بلکہ اسکا اثر اقوام عالم میں جادو کی طرح پھیلے گا اور لوگ متاثر ہو کر جوک در جوک دین اسلام میں داخل ہوتے چلے جائیں گے اور پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو جائے گا۔ یہ عین ممکن ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم سب کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔

9. سفارشات:۔

1- اسلامی فلاحی سلطنت میں کسی کو بھی عہدہ سونپتے وقت خیال رکھنا کہ صرف اہل اور قابل لوگوں کو ہی عہدہ دیا جائے یہ اللہ تعالی کا حکم

[54] Al bazzar, abu bakar ahmad bin amr bin abdul Khaliq(292h), Musnad al bazzar, Book 10,page 278,Hadith 4383, musnad bareda bin al haseeb

[55] Ibn e Asakir, Abu al Qasim Ali bin al hassan bin habatullah(571h), Tareekh e Damishq, publisher Dar ul fikar, (1415h).

ہے۔ اور اسی میں ہی اس اسلامی سلطنت کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

2- اسلامی ریاست میں کسی کو بھی ذمہ داری سونپنے کیلئے دو بنیادی خوبیاں قوت و امانت دیکھی جائیں گی جس شخص میں یہ بنیادی خوبیاں پائی جائیں انہیں ذمہ داری سونپ دی جائے۔

3- اسلامی ریاست میں انتظامی معاملات میں بسا اوقات ایسے فیصلے بھی کرنے پڑ جاتے ہیں جن کے لیے بے باک ہونا ضروری ہے تو اسی ضرورت کے پیش نظر عہدے کے لیے مجوزہ شخص کسی بھی قسم کے دباؤ میں آئے بغیر اور صرف اجتماعی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

4- فلاحی اسلامی مملکت میں کسی بھی ذمہ دار شخص کے پاس اتنا علم ہونا ضروری ہے کہ اپنے ادارے اور اختیارات کے دائرے میں آنے والے مسائل اور معاملات کے متعلق فیصلہ کن رائے اپنا سکے۔ تو ایسے قابل اور عالم شخص کو ہی عہدہ سونپا جانا چاہیے۔

5- ریاست کے اہم امور کی ذمہ داری ہمیشہ صابر اور شاکر مسلمان کو دینی چاہیے۔

6- اسلامی ریاست میں عہدیداروں کے چننے والے بھی انتہائی ایماندار، محنتی، اور قرآن و سنت کے سچے پکے متبع ہونے چاہیے۔

7- فلاحی اسلامی ریاست میں بلوغت شرط ہے اس لیے کہ نابالغ پر تو شرعی احکام لاگو ہی نہیں ہوتے، اور مرد ہونے کی شرط کی بنا پر خواتین کو عدالت میں فیصلہ کرنے کے لیے تعین کرنا فقہائے کرام کے ہاں مختلف فیہ ہے۔

8- اسلامی ریاست کا عہدیدار عادل اور ضابط ہونا چاہیے وگرنہ ریاست کا چلنا مشکل ہو جائے گا اور ناکامی مقدر بنے گی۔